[الحجرات: ۹، المرتضی ص ۲۶۸]

علی رضی اللہ عنہ خوارج اور اہل شام کے مقابلے میں: معرکہ نہروان ۳۸ھ

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ از سر نو شام پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن خوارج کی سرکشی اور قتل و غارت گری شروع ہوگئی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر دیا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے ان سے نمٹنا ضروری سمجھا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود ان کے پاس تشریف لے گئے، نصیحت کی، ذرا دھمکایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدلل و پر خلوص وعظ و نصیحت سے متأثر ہو کر 8000 خارجی آپ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے آئے۔ کچھ واپس اپنے شہروں کی طرف چلے گئے۔

اب دشمنوں کے کیمپ میں صرف 4000 خارجی رہ گئے، عبداللہ بن وہب راسبی ان کا لیڈر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی 40000 فوج کے ساتھ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ خارجی بڑے استقلال اور پامردی کے ساتھ لڑے۔ بالآخر شکست کھائی اور صرف 9 آدمی بچ گئے۔ جن میں سے 2 عمان کی طرف، 2 سجستان کی طرف، 2 جزیرہ کی طرف، اور 1 یمن کی طرف بھاگ گئے۔ جبکہ آپ کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں سے صرف 9 آدمی شہید ہوگئے۔

آپ رضی اللہ عنہ اس کے بعد شام پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے؛ مگر فوج نے خارجیوں کے ساتھ ہونے والی جنگ میں تلواریں کند ہونے اور نیزے ٹوٹ جانے کا عذر پیش کیا، تو اللہ کا یہ شیر رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف لوٹ آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کئی بار انہیں شامیوں کے خلاف قتال کے لیے ابھارا، مگر وہ مسلسل بہانے تلاش کرتے رہے، جس سے آپ رضی اللہ عنہ خوب دل گرفتہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صدا و فریاد اور شکایتیں آپ رضی اللہ عنہ کی زبانی جامع کوفہ کے منبر پر بار بار برستی تھیں۔ [دیکھیے: نہج البلاغۃ]

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے ممالک محروسہ سے مصر کا سقوط ہوا۔ فارس اور کرمان میں بغاوت ہوئی۔ حجاز اور یمن پر شامیوں کا قبضہ ہوا؛ مگر ان دونوں کو دوبارہ واپس لیا گیا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں صلح ہوئی، جس کے تحت حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ جبکہ شام، مصر اور مغرب کا علاقہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ خلافت اسلامیہ کے دو حصوں میں بٹوارے سے اسلامی یکجہتی کا محض سیاسی طور پر خاتمہ نہ ہوا؛ بلکہ اسلامی اخوت و مساوات کو بھی کاری ضرب لگی۔

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا حکیم عبدالرحمٰن مکی سیاح بلاد اسلام

۱۹۱۰ء-------۱۹۸۶ء

عبدالرحیم روزی

مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام عبدالکریم تھا۔ ژھیتنگ یوگو میں غالباً ۱۳-۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالرحیم محمد علی عرف بوا مولوی سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم غواڑی میں تعلیم حاصل کی یا نہیں، تقریری وتحریری ذرائع خاموش ہیں۔ اسی طرح آپؒ کے ابتدائی حالات اور بہت سے گوشے بروقت قید تحریر میں نہ آنے کی وجہ سے تاریخ کے گم گشتہ صفحات کی نذر ہوگئے۔ ایک اور وجہ یہ ہوئی کہ مولانا صاحبؒ کی زندگی طب وحکمت اور سیاحت میں گزری۔ بلتستان میں کم ہی عرصہ رہے۔

سفر ہندوستان: بلتستان میں علمائے وقت سے اکتسابِ علم کے بعد جہابذہ علماء سے خوشہ چینی کرنے کے لیے ہندوستان کا رخت سفر باندھا، جیسا کہ پیدل اسفار کا سلسلہ آپؒ کے عہد میں جاری تھا۔ ہندوستان میں آپؒ کے تعلیمی سفر کے بارے میں بھی کڑیاں گم ہیں۔ آپؒ نے غالباً مدرسہ تقویۃ الإسلام امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔ اس طرح آپ کے اساتذہ میں مولانا ابو اسحاق نیک محمدؒ، مولوی نجم حسین ہزارویؒ، مولوی عبداللہ بھوجیانیؒ ہوں گے۔ اور ساتھیوں میں حافظ محمد گوندلویؒ، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، ابو یحیی امام خان نوشہرویؒ وغیرہ ہوں گے۔ یہ لوگ مدرسہ ہذا کے دورِ خامس کے طلباء ہیں۔ [ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۷۵]

طب وحکمت: آپؒ نے اقامتِ ہندوستان کے دوران طب وحکمت کی تعلیم حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ بلتستان میں حاذق ''حکیم'' کے نام سے معروف تھے۔ آپؒ کے احوال سے اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ آپؒ دینی عالم سے زیادہ حکیم تھے۔ یعنی انسانی سافٹ ویئر سے زیادہ ہارڈ ویئر کے معالج تھے۔

بلتستان کی طرف مراجعت اور خدمات:

۱۔ دین متین اور طب وحکمت کے علوم حاصل کرنے کے بعد بلتستان مراجعت فرمائی۔ یہاں آپؒ نے یوگو میں مولانا مفتی عبدالقادر ابراہیمؒ کے گھر میں قائم ''مدرسة الألسنة الشرقية'' سے علامتی نسبت رکھی۔ اس مدرسہ کے

کوائف میں لکھا ہوا ہے کہ اس کے مدرسین میں مولانا عبدالرحمٰن مکیؒ فاضل امرتسر اور مولوی عبدالغفورؒ تھے۔ اس وقت آپ کے سوا کوئی مولانا عبدالرحمٰن نہیں تھا۔

۲۔ جب تک آپؒ بلتستان میں تشریف فرما رہے، دارالعلوم بلتستان غواڑی اور انجمن اسلامیہ بلتستان کے کبھی سیکرٹری اور کبھی رکن کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۵۱ء میں ناظم دارالعلوم نے علمائے معاصرین سے ایک عہدنامہ لیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ''ہم خلوصیت کے ساتھ یہ اقرار کرتے ہیں کہ مدرسہ دارالعلوم میں ناظم صاحب کی ہدایت کے مطابق پابند رہیں گے۔ اور مدرسہ کو مالی استطاعت حاصل ہونے تک لوجہ اللہ ہر ممکن امداد، اور کسی مدرس یا کارکن کے رخصت پر جانے کے بعد اگر ناظم صاحب یا ان کے قائم مقام کی طرف سے کسی ضرورت کے لیے طلب کیا جائے تو حاضر ہو کر مفوضہ امر کو سرانجام دیں گے۔ وكفى بالله شهيداً۔''

شرکائے عہد نامہ اور دستخط ثبت کرنے والوں میں مولانا حکیم عبدالرحمٰنؒ کے علاوہ مولانا عبدالقادرؒ، مولانا ابراہیمؒ، مولانا محمد یونسؒ، مولانا عبدالغفورؒ، مولانا احمد حسنؒ، مولانا محمد بشیرؒ، مولانا عبدالمنانؒ، مولانا محمد کثیرؒ اور مولوی عبدالخالق رحمہم اللہ اجمعین تھے۔ اس میں آپؒ کے دستخط کے ساتھ خط رقعہ میں درج ہے: ''إن لم يكن مانع۔''

۳۔ ۱۹۴۵ء بمطابق ۱۳۶۵ھ میں بعہد نظامت حافظ کریم بخشؒ دارالعلوم کی حیثیت کو بڑھانے اور درسی نظام کو ترقی دینے کی خاطر متحدہ ہندوستان کی طرف انجمن اسلامیہ نے آپ کو نمائندہ مقرر کیا۔ آپؒ وہاں اس غرض سے گئے، لیکن جنگ آزادی کے آغاز کی وجہ سے خاطر خواہ مالی تعاون حاصل نہ ہوا۔ البتہ مشاہیر علمائے وقت سے مدرسہ دارالعلوم کے حق میں تصدیقات حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی، جو تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں مالی تعاون حاصل کرنے میں مؤثر ثابت ہوئی۔

تصدیق ثبت کرنے والے علماء میں مولانا ابوسعید محمد شرف الدینؒ صاحب ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ دہلی، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا کفایت اللہ دہلویؒ مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نائب امیر شریعت بہار، شیخ الحدیث مولانا نیک محمدؒ صدر مدرس مدرسہ غزنویہ امرتسر، مولانا محمد یونسؒ صدر مدرس مدرسہ میاں دہلی اور مولانا عبداللہ اصلاحیؒ رکن ورکنگ کمیٹی جمعیۃ العلماء رحمۃ اللہ علیہم أجمعین۔ [دارالعلوم کا تعارف اشاعت ۱۹۶۴ء]

حاجی خلیل الرحمن رحمہ اللہ نے آپ کو بلتستان میں درس توحید کے ''دورِ سادس'' کے دعاۃ میں شامل کیا ہے۔

۴۔ دفاعِ اسلام، دفاع حرمت صحابہ رضی اللہ عنہم ودیگر امور جماعت کے لیے جہاں ضرورت پڑتی پہنچ جاتے اور انجمن اسلامیہ بلتستان کی نمائندگی کرتے تھے۔

مفتی عبدالقادرؒ (ت ۱۹۸۳ء) ۱۹۵۱ء کے واقعات میں تحریر فرماتے ہیں: مولانا عبدالرحمن مکیؒ، حاجی خلیل الرحمنؒ، مولوی کثیرؒ اور خود راقم بلتستان سے کشمیر بھیجے گئے، تاکہ شیعوں میں راجگان کی سرپرستی میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم پر ۹ ربیع الاول کو کیے جانے والی تبرابازی کا استغاثہ کر کے روک تھام کی جا سکے۔

یہ وفد مہاراجہ ہری سنگھ کے پاس گیا۔ اس نے وزیر اعظم کو تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آئندہ کے لیے بند ہوا۔ اسی طرح انجمن اسلامیہ بلتستان کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کو ختم کے لیے پھر وفد جا کر مولانا اسماعیل غزنویؒ سے ملا۔ وہ شاہِ سعودیہ کی طرف سے کشمیر میں سفیر تھے۔ اس نے راجہ ناصر علی خان اور صاحبزادہ فتح علی خان کو جو کشمیر میں تھے، بلا کر کہا: ''آئندہ ہماری جماعت پر ظلم نہ کرنے کی ضمانت دے دو۔ ورنہ میں خود بلتستان جا کر آپ کے ظلم وستم کی داستان شائع کر کے ہندوستان میں آپ کے خلاف ایک محاذ قائم کروں گا۔'' چنانچہ راجہ نے آئندہ تبرابازی نہ کرنے اور پیشوایان اہل سنت (اہلحدیث واحناف) کو خدمت وکارِ بیگار سے مستثنیٰ رکھنے کا وعدہ کیا۔

۱۹۵۵ء میں آپؒ انجمن اسلامیہ بلتستان کے سیکریٹری اور مفتی کریم بخشؒ صدر تھے۔

مجلس عاملہ کی طرف سے مولانا محمد کثیرؒ، مولانا عبدالرحمن کبیریؒ، مولانا خلیل الرحمنؒ اور آپؒ گلاب پور تا چھوربٹ عوام الناس کے درمیان اتفاق واتحاق پیدا کرنے، غلط فہمیاں جدور کرنے اور شوقِ علم وعمل پیدا کرنے کے لیے مقرر ہوئے۔ انھوں نے بلتستان کے طول وعرض کا دورہ کر کے پرخلوص کوششیں کیں۔ اور بھی بہت سے عہد ناموں اور انتظامی فیصلوں میں آپ کی صدارت تحریر ہے۔ مفتی وناظم دار العلوم کے آپ مشیر ناصح تھے۔

سیاحت بلادِ اسلام: آپؒ کے مزاج وطبیعت میں بلتستان میں جم کر رہنا، اور تدریس وخطابت نہ تھی۔ آپؒ اس علمی خدمت سے زیادہ فن حکمت وسیاحت میں دلچسپی رکھتے تھے۔ کم از کم بلتستان میں اب تک جماعت کے اندر ابن بطوطۂ وقت آپؒ سے زیادہ کوئی نہیں گزرا۔ آپؒ اس حوالے سے اول وآخر سیاح بلادِ اسلامیہ تھے۔

مولانا شرف الدین عبداللہ اور آپؒ کے تقریباً ہم عمر بابا عبدالرحیم علی میرپا (عمر ۱۱۰ سے زائد) نے راقم کو دیے

گئے ایک انٹریو میں کہا کہ بواملیؒ اکثر سعودیہ میں رہے۔ شام، عراق، مصر، ہندوستان اور یمن وغیرہ کی خوب سیاحت کی۔

ایک بار طویل عرصہ تک بلتستان مراجعت نہ کی۔ حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کو مفقود الخبر قرار دیکر میراث بھی تقسیم کی۔ پھر آپؒ قدم رنجہ ہوئے۔ دیارِ عرب میں زیادہ عرصہ رہنے کی وجہ سے عربی لباس (توب و غطرہ) باقاعدہ استعمال کرتے تھے۔ عیدین کے موقع پر عقال بھی استعمال کرتے تھے۔ اس وجہ سے آپ بواحاجی ''گلوم'' سے ہی معروف تھے۔ مولانا عبدالرحمٰنؒ نام کو لوگ کم ہی جانتے تھے۔

جب صاحبِ مقالہ اور یوگو کے کلاس فیلوز چھوٹے تھے، عوام میں ان کی سیاحت اور خصوصیات سے متعلق بہت ساری افواہیں مشہور تھیں۔ یوگو کے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپؒ کے کنٹرول میں جن بھی تھے اور کچھ واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔ واللہ أعلم بحقیقة الحال وإلیه یرجع الفضل والمآل۔ شاید یہ اسی قسم کی ہوگی، جیسے مولانا عبدالمنان وزیرآبادیؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ وغیرہ کے حلقہ دروس میں جن طلباء بھی پڑھتے تھے۔ ورنہ جن قابو کرنا درست کام نہیں۔

کثرتِ رحلات کی وجہ سے اپنا محلّہ باقر کالونی بھی آپؒ سے فیضیاب نہ ہوسکا۔ اور کوئی زیادہ علماء بھی یہاں کی سرزمین سے تیار نہ ہوئے۔ یعنی چراغ تلے اندھیرا کا معاملہ ہوا۔ محلّہ مسجد میں امامت وخطابت اور دروس کے حوالے سے طلبگار ہی رہا۔ یہی صورتِ حال اب تک ہے۔ لعلّ اللّٰہ أن یُخرِجَ مِن أصلابِهم مَن یقوم بوظیفة الدعوة.

طب وحکمت: آپؒ بلغار اور یوگو کے پہاڑوں پر جاکر جڑی بوٹیاں لاتے اور دوائیاں بناتے تھے۔ آپؒ کی دوائیاں سخت، مگر اکسیر تھیں۔ لوگ آپؒ کی مسیحائی کی خوب مثالیں بیان کرتے ہیں۔ کئی لوگ بیمار ہوئے، ہر قسم کی جتن کی، مگر شفاء الملک حکیم مکی صاحب کی دوائیوں سے ہی رہائی ملی۔ آپؒ کے پاس اُس وقت بھی ایک مشین تھی، جو نبض چیک کرتی تھی۔

راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ برادر گرامی قدر مولانا عبدالرحمٰن حفظہ اللہ کو ہمیشہ پیٹ کی تکلیف رہتی تھی۔ بھائی نے بہت علاج کیا؛ مگر ٹھیک آپؒ کے ہاتھ پر ہوا۔ ڈاکٹر ہاشمی خود سینئر ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھا، مگر ان کی ران کی تکلیف کا علاج ہمارے مولاناؒ نے کیا۔ مولانا اقبال ابراہیم نے بزرگوں کے حوالے سے بتایا کہ مکی مرحوم آنکھ کا آپریشن بھی کرتے تھے۔

آپؒ سعودی عرب میں شاہ عبدالعزیز آل سعودؒ کے معالج خصوصی تھے۔